سسلی پہنچتے ہی قاضی صاحب کا شاندار استقبال ہوا۔ صاحبانِ علم اور بندگانِ خاص کی شہرت ہمیشہ اُن سے آگے رہتی ہے۔ نہ جانے یہاں اُن کے کتنے شاگرد اور عقیدتمند تھے۔ سیکڑوں کی تعداد میں وہ اُمڈ آئے۔ لوگ محبت اور عقیدت سے جمع ہوتے ہیں تو اس کا انداز ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ مارے بھگائے نوکرشاہی کے ہنکائے ہجوم کا دوسرا رنگ ہوتا ہے۔ چیف جسٹس صاحب کو ایک بہت بڑے محل میں اُتارا گیا۔ انہوں نے کہا —— میاں! میں اس کا کیا کروں گا؟ مجھے تو ایک کونہ بس ہے کہ پڑا رہوں۔ میں تو دن بھر کچہری میں ہوں گا۔ رات کو سونے اور دو لقمے کھانے کی جگہ چاہیئے۔ بڑی کشمکش کے بعد آخر انہیں ایک چھوٹے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ اُنہوں نے کہا —— ہاں! یہ جگہ ٹھیک ہے میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک حقیر اور عاجز بندہ ہوں۔ بڑی بڑی عمارتیں تو دفتروں کے لئے ہی موزوں ہوتی ہیں

قاضی صاحب کے علم وفضل اور پرہیزگاری کا بہت جلد چرچا ہوگیا۔ اُن کی فراست وبصیرت اور بے لاگ عدل وانصاف پر لوگ جان دیتے تھے۔ تنخواہ کا موقع آیا تو اُنہوں نے ایک حبّہ تنخواہ نہ لی۔ بولے —— یہ انتظام تو میں پہلے ہی کر آیا ہوں۔ میری لونڈی حبشن سوت کاتے گی۔ میں اس کا ہاتھ بٹاؤں گا۔ اسی پہ ہماری گزر بسر ہوگی۔ مجھے تو ملک وملت کی خدمت اللہ واسطے کرنی ہے۔

یہ نہیں معلوم کہ کتنا عرصہ گزرا لیکن ایک دن قاضی صاحب عدالت نہیں گئے۔ یہ غیر حاضری کا پہلا موقع تھا۔ لوگ انہیں دیکھنے گھر پہنچے ایک کوٹھڑی میں وہ کھری چارپائی پہ لیٹے ہوئے تھے۔ لوگ پہنچے تو اٹھ بیٹھے پھر بڑی محبت سے بولے کہ —— اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں —— بہت بوڑھا! اب مزید خدمت نہیں کرسکتا۔ میں نے حکومت سے کہا ہے کہ اب مجھے اپنی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا جائے۔ الحمدللہ آج یہ اجازت مل گئی ہے اس لئے میں دفتر نہیں گیا۔

اِدھر سسلی کے لوگوں نے روتی آنکھوں سے اُنھیں رخصت کیا۔ اُدھر سوس والے اُن کے لئے چشم براہ تھے۔ وہاں پہنچے تو بولے —— دیکھ لو! جو ساتھ لے گیا تھا وہی سامان میرے پاس ہے اور کچھ نہیں!

تلخ و شیریں

کیا شہزادی شہر بانو سرائیکی تھی ؟

مولانا عبدالحق چوہان

عبدالرحیم ملک کے زیر ادارت شائع ہونے والا ہفت روزہ "نوائے قومیت" رحیم یار خان اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ ملک صاحب نے سرائیکی زبان کو تقدّس آمیز کرنے کیلئے ایک بے سروپا کہانی تحریر کی ہے۔ اور اس کہانی میں ریحانۃ النبی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی رفیقۂ حیات کا نام بی بی شہر بانو تجویز کیا ہے اور اسی کے بطن سے سیدنا زین العابدین پیدا ہوئے اور ان خاتون کے متعلق انکی تحقیق یہ ہے کہ اس کا تعلق سرائیکی زبان سے تھا کیونکہ وہ ایران کے فرماں روا یزدگرد کی لڑکی تھی۔ اور یزدگرد کی اس لختِ جگر کی والدہ جس خاتون سے ہوئی تھی وہ علاقہ ملتان کی سرائیکی زبان بولنے والی عورت تھی۔ ملک صاحب نے اس کہانی کی بنیاد جن قرائن پر قائم کی ہے۔ اُن کی حیثیت ذہنی تخیّل سے اختراع کردہ افسانہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ بی بی شہر بانو کی کہانی ان لوگوں کی ذہنی اختراع ہے جنھوں نے اسلام کی حزب اختلاف تحریکِ سبائیۃ کی بنیاد رکھی۔ اور ان لوگوں نے اس کہانی کے ذریعہ ایرانی عوام کے غلام ذہن میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ہوجانے کے بعد بھی ہمارا رشتہ تختِ کیانی سے منقطع نہیں ہوا بلکہ اب بھی ہم کسریٰ کے نواسوں کے توسط سے شاہ ایران کی رعیّت میں شامل ہیں۔ ملک صاحب یزدگرد کے گھر میں سرائیکی عورت کی درآمدگی کی وجہ بتاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

> ایرانی اور رومی تہذیب کا جوبن تھا۔ ایران اور دوسرے علاقوں سے زرطشت مذہب کے لوگوں (زرطشت مذہب کے لوگ آگ کی پوجا کرتے تھے) کا دور دورہ تھا۔ اوچ۔ ملتان۔ اور ٹھٹھہ میں قائم یونیورسٹیوں کی وجہ سے اس مذہب سے تعلق رکھنے والے شاہ یزدگرد کو ان علاقوں میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ یزدگرد نے ملتان سے تعلق رکھنے والی ایک سرائیکی عورت سے شادی کرلی اس سرائیکی عورت کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام شہزادی شہر بانو رکھا گیا۔

ملک صاحب یہ کہانی جس زمانہ کی بیان کر رہے ہیں اس وقت اِن علاقہ جات میں ہندو مذہب کو تسلط حاصل تھا

اور ظاہر ہے کہ ملتان - اوچ اور ٹھٹھہ میں قائم یونیورسٹیوں میں ہندو تہذیب کی تعلیم دی جاتی ہوگی - اب ان تعلیمی مراکز کی وجہ سے زرتشت مذہب کے پیروکار افراد کو تسلط کس طرح حاصل تھا ؟ ملک صاحب کی یہ تمام تحریر لایعنی ہے اس لئے کہ یزدگرد کے گھر میں شہزادی بانو کے پیدا ہونے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقدِ نکاح میں اس کا آنا ثابت نہیں ہو جاتا۔

ملک صاحب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تحریر کرتے ہیں :

" سنہ ۱۴ ھ کی بات ہے اس وقت حضرت عمرؓ کا دور تھا اور آپ کی سلطنت دور دراز علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت ایران پر حملے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ یزدگرد ایران پر متوقع حملہ کے پیشِ نظر ایران واپس چلا گیا۔ خلیفۂ وقت یعنی حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو اسلامی فوج کا سپہ سالار بنا کر ایران روانہ کر دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت سعد بن ابی وقاص کے چاک و چوبند گھوڑ سوار دستے نے دریا عبور کیا تو وہ ایک ہی سے سبک رفتاری سے دریا میں اُترے اور ایک ہی قدم سے دریا کے دوسرے کنارے پر پاؤں رکھا۔ زرتشت حکمران اسلامی سپاہ کے پر زور حملے کی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگنا شروع ہو گئے۔ اسلامی لشکر نے بھاگ جانیوالوں کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا اور کئی مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ قیدی خواتین میں بھاگ جانے والے یزدگرد کی لڑکی شہزادی شہر بانو بھی شامل تھی۔"

ملک صاحب کی یہ تحریر تاریخی حقائق کے اعتبار سے بالکل ہی غلط اور بے بنیاد ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ملک صاحب کے بیان کے مطابق شاہ ایران حملے سے پہلے اپنے سسرال کے وطن میں تھا اور ایران پر متوقع حملے کے پیشِ نظر ایران واپس چلا گیا۔ تو قیاس اور دانشمندی کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال سسرال میں چھوڑ گیا ہوگا تاکہ وہ یہاں محفوظ رہ جائیں۔ اس لئے ان قیدی خواتین میں یزدگرد کی لڑکی شہر بانو ہرگز نہیں ہو سکتی اور اگر تاریخی روایات کے آئینہ میں اس واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو جو صورتِ حال سامنے آتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یزدگرد کو ملتان دیکھنا نصیب بھی نہیں ہوا چہ جائیکہ وہ ملتان کی ایک خاتون سے شادی کر لی ہو۔ اور اس علاقے میں اس کا اثر و رسوخ بھی قائم ہو۔ تاریخ بتاتی ہے۔ جیسا کہ خود ملک صاحب نے بھی تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نوشیرواں کا پوتا پرویز فارس کا تخت نشین تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے شیرویہ نے کل آٹھ ماہ حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر ۷ برس کی عمر میں

تخت نشین تھا۔ لیکن ڈیڑھ سال کے بعد دربار کا ایک افسر اس کو قتل کر کے خود تخت نشین ہو گیا۔ چند روز کے بعد درباریوں نے اس افسر کو قتل کر کے جوان شیر کو تخت نشین کیا۔ وہ ایک سال کے بعد مر گیا۔ اب چونکہ خاندان شاہی میں یزدگرد کے سوا جو نہایت صغیر السن تھا کوئی مرد نہیں تھا۔ اس لئے درباری افسروں نے شاہی خاندان کی پوران نامی ایک عورت کو اس شرط پر تخت نشین کیا کہ یزدگرد جب سن شعور کو پہنچ جائیگا تو وہی تخت نشین ہوگا۔ جب یزدگرد سولہ سال کا ہوا تو اسکو تخت نشین کر دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ تخت نشینی سے پہلے وہ افسرانِ دربار کی زیر نگرانی امور سلطنت کی تعلیم میں مشغول رہا ہوگا اور اس کے صغیر سن ہونے کی وجہ سے یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہاں ملتان آیا ہوگا۔ اور تخت نشینی کے بعد اسکی زندگی کے شب و روز جس پریشانی اور زمانہ کی لکدکوبی میں گزرے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر بھی اس کا ملتان آنا محال و ناممکن ہے۔ اختصار کے ساتھ اب ہم اسکی زندگی کے ان لمحات کا تذکرہ کرتے ہیں جو کہ تخت نشینی کے بعد پریشانی کے عالم میں گزرے ہیں۔ ملک صاحب نے حضرۃ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جس معرکہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ جنگِ قادسیہ کیلئے حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرۃ سعد بن ابی وقاص کو سپہ سالار مقرر کیا اور انہوں نے پوری دانشمندی اور حربی امور کی مہارت کے باعث جب معرکۂ قادسیہ میں فتح حاصل کر لی تو ایرانیوں کی فوج نے بابل میں آکر اقامت اختیار کر لی۔

حضرۃ سعد نے بابل پر حملہ کر کے اس کو بھی فتح کر لیا۔ ایرانی فوج وہاں سے بھاگ کر کوثی میں مقیم ہو گئی مسلمانوں نے وہاں بھی ان کا تعاقب کیا وہاں بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اب مسلمانوں کی نگاہ انتخاب ایران کے دار السلطنت مدائن پر تھی۔ ایرانیوں نے مدائن کی حفاظت کے انتظام کے تحت دریائے دجلہ کے تمام پل توڑ دیئے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے توکل پر دریائے دجلہ میں گھوڑے ڈال دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے دریا عبور کر لیا۔ ایرانیوں نے جب یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا تو پکار اٹھے۔ دیوان آمدند۔ دیوان آمدند، اور بھاگ نکلے۔ البتہ ایرانی فوج کے سپہ سالار خرزاد نے تیراندازوں کے ایک دستہ کے ساتھ مفاہمت کی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکام رہا۔ ان تمام معرکہ جات میں ایران کا حکمران یزدگرد خود شریک نہیں ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کی ان کامرانیوں کے باعث حفاظت کے طور پر اس نے اپنے اہل و عیال اور شاہی خاندان کو حلوان روانہ کر دیا تھا اور مسلمانوں نے جب دریائے دجلہ عبور کر لیا تو وہ خود بھی حلوان چلا گیا۔ حضرۃ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بغیر کسی مداخلت کے اس حال میں شہر میں داخل ہوئے کہ ہر طرف سناٹا طاری تھا۔

تاریخ کی اس حقیقت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس معرکہ میں شاہی خاندان کا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا اور

نہ ہی شہزادی بانو۔ فتح مدائن کے بعد ایرانیوں نے جلولار میں اپنی قوت مجتمع کرنی شروع کی۔ یہ شہر مدائن کے شمال میں دریائے دجلہ کے کنارے پر واقع تھا۔ ایرانیوں نے حفاظت کے لئے شہر کے گرد خندق کھودلی۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور دو مہینے اور دس یوم تک محاصرہ قائم رہا۔ آخرکار ایک خفیہ راستہ کے ذریعے مسلمانوں نے شہر میں داخل ہوکر شہر پر قبضہ کرلیا۔ یہاں بھی ایرانی فوج کا سپہ سالار خرزاد تھا جوکہ رستم کا بھائی تھا یزدگرد کو جب جلولار کی شکست کا حال معلوم ہوا تو حلوان چھوڑ کرے چلا گیا۔ اب اس معرکہ میں بھی شاہی خاندان کا کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا۔ رے کے بعد وہ اصفہان چلا گیا۔ پھر کرمان اور کرمان سے خراسان پہنچا اور یہاں مرو میں اقامت اختیار کرلی۔ یہاں اس نے کئی دن عیش و آرام کی زندگی بسر کی۔ انہی ایام میں ممالکِ محروسہ میں ایرانیوں نے بار بار بغاوت کی کوشش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس مشاورت طلب کی اور اس امر پر مبادلہ خیال ہوا کہ ممالکِ مفتوحہ میں بار بار بغاوت کیوں ہوتی ہے ارکانِ شوریٰ نے اس رائے کا اظہار کیا کہ جب تک یزدگرد ایران کی حدود میں مقیم ہے اس وقت تک یہ فتنہ فرو نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ جب تک ایرانیوں کو یہ خیال رہے گا کہ تختِ کیانی کا وارث موجود ہے اس وقت اُنکی اُمیدیں منقطع نہیں ہوسکتیں۔ اسی رائے کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعدد عَلَم تیار کئے اور ملک کے مختلف اطراف کی طرف عساکرِ اسلامی روانہ کئے ان میں ایک لشکر احنف بن قیس کے ماتحت تھا اور اُنکو خراسان کا عَلم عنایت ہوا۔ احنف نے ۲۳ھ میں خراسان کا رخ کیا اور ہرات کو فتح کرتے ہوئے مرو شہجہان کی طرف بڑھے اور یہاں یزدگرد مقیم تھا جب یزدگرد کو یہ اطلاع ملی تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور مرو روز میں جاکر اقامت اختیار کرلی اور مختلف اطراف کے شاہانِ عجم سے امداد کا طالب ہوا۔ احنف بھی اس کے پیچھے مرو روز کی طرف روانہ ہوئے اور وہ وہاں سے بھاگ کر بلخ روانہ ہوگیا۔ حضرت احنف نے بلخ پر حملہ کیا۔ یزدگرد یہاں سے شکست خوردہ ہوکر دریا عبور کرکے خاقان کے پاس چلا گیا تو اس نے بڑی عزت و توقیر کی۔ احنف اور خاقان کا بھی مقابلہ ہوا۔ لیکن خاقان میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس کے بعد یزدگرد خاقان کے پاس فرغانہ میں مقیم ہوگیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہیں مقیم رہا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کس مپرسی کی حالت میں مقتول ہوا۔

اِن تمام تاریخی روایات سے یہ بات بالکل ہی واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں یزدگرد کے خاندان کی کوئی لڑکی گرفتار نہیں ہوئی۔ لہٰذا ملک صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ :

"قیدی خواتین میں بھاگ جانے والے یزدگرد کی لڑکی شہزادی شہربانو بھی شامل تھی ۔"

بالکل ہی غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔ اس کے بعد ملک صاحب تحریر کرتے ہیں :

"شہر بانو کی شادی کا مسئلہ پیش ہوا تو شادی کے خواہشمند ساڑھے سات صد افراد نے شہزادی شہر بانو سے شادی کرنے کا خواہش کا اظہار کیا۔ ان سات صد افراد میں حضرۃ عمرؓ کا فرزند بھی شامل تھا جو شہر بانو سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خلیفۂ وقت نے فیصلہ کیا کہ شہر بانو ایسی شہزادی کا عقد صرف اور صرف شہزادے حضرۃ امام حسین علیہ السلام سے ہی ہو سکتی ہے چنانچہ بی بی شہر بانو حضرۃ امام حسین کی زوجۂ اطہر ٹھہریں اور آپ کے بطن سے حضرۃ امام زین العابدین پیدا ہوئے۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک صاحب نے دورِ فاروقی کو بھی پیپلز پارٹی کا دورِ اقتدار سمجھا ہے۔ آپکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے جیسے کسی دفتر کی آسامی خالی ہونے پر امیدواروں کی ایک فوج ظفر موج ہاتھوں میں درخواست لیکر متعلقہ دفتر میں پہنچ جاتی ہے۔ یہاں بھی وہی صورتحال ہے پہلی بات تو وہی ہے کہ گرفتاری کا واقعہ ہی بالکل غلط ہے اور شادی کے ان اُمیدواروں کی فہرست بھی وضعی ہے۔ اور اگر حقیقت کے آئینہ میں دیکھا جائے تو فتح مدائن کے وقت یزدگرد کی لڑکی کا وجود ہی فرضی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ فتح مدائن کے وقت یزدگرد کی اپنی عمر سولہؔ سال تھی۔ اب اس سولہ سالہ لڑکے کے دختر کا وجود کہاں ہوگا۔ کیونکہ معرکہ قادسیہ اور فتح مدائن کے واقعات یزدگرد کے تخت نشین ہونے کے بعد متصل ہی وجود پذیر ہوئے تھے اور اگر بالفرض ان تمام غلط مفروضات کو تسلیم کرلیں اور شہزادی بانو کی شادی خانوادۂ نبوت کے معزز گھرانے میں کسی شہزادے سے کرنی تھی تو اس کے لئے موزوں حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ تھے نا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ کی ولادۃ ۵ھ میں ہوئی تھی۔ کیونکہ آپکی شہادت کا دل گداز واقعہ ۶۱ھ کو ہوا ہے اور اس وقت آپکی عمر ۵۶ سال تھی۔ تو اس حساب سے ۱۴ھ میں انکی عمر ۹ سال کی ہوگی اور حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ اُن سے بڑے ہیں اور باوجود اسکے کہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ حد سے زیادہ حسین تھے لیکن حضرۃ حسنؓ کا حُسن اُن سے فائق تھا کیونکہ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ کا چہرہ مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے مشابہ تھا۔ اسلئے شادی کیلئے موزوں ترین رشتہ شہزادہ حسن تھا نہ کہ حضرۃ حسین رضی اللہ عنہ۔ لیکن سبائیوں نے اس روایۃ کے وضع کرنے میں اپنے مذہبی جذبات کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس طرح کہ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ نے حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرکے اُن کے حق میں خلافت سے دستبرداری اختیار کرلی اور اُمت کو ایک امام پر مجتمع کرلیا۔ حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام تحریک سبائیت کے

مقاصد کے بالکل خلاف تھا اس لئے انہوں نے آپ سے انتقام لیا اور شاہ ایران کے خاندان سے بھی حضرت حسینؓ کی رشتہ داری فرضی بنائی اور سلسلۂ اِمامت بھی حضرت حسینؓ کی اولاد میں مقرر کیا۔

اس کے بعد تحریر کرتے ہیں :

" چونکہ بی بی شہر بانو ملتان میں اپنے والد کے ہمراہ رہ چکی تھیں اور انکی زبان سرائیکی تھی اس لئے حضرت امام زین العابدین نے اپنی آنکھ سرائیکی زبان بولنے والی بی بی شہر بانو کی گود میں کھولی آج تک مرثیہ۔ نوحہ۔ اور بین جو ہم تک پہنچا اس کی تاثیر اور رتبہ اور انداز بیان جو سرائیکی زبان کی چاشنی میں ہے کسی اور زبان میں نہیں پایا جاتا۔ آج پورے سندھ اور پنجاب میں سرائیکی ذاکرین عظام نوحہ، مرثیہ۔ اور بین کرتے چلے آ رہے ہیں اور اس کا طرز بیان ایک امر ہو چکا ہے اس میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ چنانچہ اس حقیقت کے پیش نظر اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ واقعہ کربلا کے اصل راوی حضرت سیدنا امام زین العابدین بھی شام کی قید کا منظر حالات و واقعات معرکہ کربلا اسی زبان میں بیان کیا ہوگا۔ کیونکہ اصل سے نقل ضرور ملتی ہے کبھی نقل اصل نہیں ہوتا اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ واقعہ کربلا کی ادائیگی عربی میں بیان کی گئی ہو اور ہم نے اسے سرائیکی میں ڈھب کر لیا ہو کسی واقعہ کو اپنے سامنے دیکھنے والا ہی اسے اپنے بین اور مرثیوں میں پُر تاثیر طریقے سے بیان کر سکتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی سُنی سنائی بات کو اتنے پُر درد اور اثر انگیز طریقے سے دوسری زبان میں بیان کرے۔ قاری محفوظ نے قرآن مجید کا جو بین سرائیکی زبان کے انداز میں تاثیر اور طریقے اور چاشنی کے پیش کیا ہے دوسری زبان والوں کو یہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

ملک صاحب کے اس طویل اقتباس کو ایک بار پھر تعمق اور غور و فکر کی نظر سے مطالعہ کریں۔ اس اقتباس سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ مجالس عزا میں کذاب ذاکرین جو مرثیہ خوانی کرتے ہیں اُن کے اصل راوی امام زین العابدین ہیں اور انہوں نے بھی سرائیکی زبان میں مرثیہ خوانی کی تھی ہم ملک صاحب سے با اَدب ہو کر پوچھتے ہیں کہ امام مذکور نے یہ مرثیہ خوانی سرائیکی زبان میں کن لوگوں کے سامنے کی۔ آپ کا خاندان تو عربی اللسان تھا انہوں نے یہ ابیات کیسے سمجھی ہوگی ۵

یار من ترکی و من ترکی ندانم، والا معاملہ ہوگا اور ایسی نادرہ روزگار شخصیت سے یہ امر بالکل ہی بعید ہے کہ سامعین کی زبان دوسری ہو اور یہ ان سے دوسری زبان میں گفتگو کریں۔ اور شام کی قید کا انکشاف بھی ملک صاحب کی اپنی اختراع